

مقالات

حقوق الزوجین

(۶۱)

عیوب میں خیار فسخ | عیوب زوجین کے درمیان بکثرت اختلافات ہوتے ہیں ایک گروہ اس طر ف کیا ہے کہ عورت اور مرد کے کسی عیب کی بنا پر دوسرے فریق کو خیار فسخ نہیں ہے۔ چنانچہ در مختار میں ہے ولا یتخیر احد الزوجین بعیب الآخر ولو فاحشاً کجنون و جذام و برص و رتوق قرن (یعنی میاں اور بیوی میں سے کسی کو بھی دوسرے کے کسی عیب پر فسخ نکاح کا اختیار نہیں خواہ وہ عیب کیسا ہی سخت ہو، مثلاً جنون، جذام، برص، رتق اور قرن) صحابہ میں سے حضرت علی اور ابن مسعود اور ائمہ مجتہدین میں سے عطاء، نخعی، عمر ابن عبدالعزیز، ابن ابی لیلیٰ، اوزاعی، ثوری، ابو حنیفہ اور ابو یوسف رضی اللہ عنہم کا یہی مذہب ہے۔

دوسرا گروہ کہتا ہے کہ تمام ایسے عیوب جو مانع تعلقات زن و شوہر ہوں، ان میں عورت اور مرد دونوں کو خیار فسخ ہے، مثلاً جنون، جذام، برص، گندہ دہنی، امراض خبیثہ اور شرکاء کے ایسے عوارض جو مانع قربت ہوں یہ امام مالک کا مذہب ہے، چنانچہ ابن جزیری نے التواہن میں عیوب مذکورہ بالا کی تفصیل بیان کرنے کے بعد تصریح کی ہے کہ اذا کان فی احد الزوجین احد العیوب کان للاحترار الخیار فی البقاء معہ و الفراق۔

امام شافعی کے نزدیک جنون، جذام اور برص میں عورت اور مرد دونوں کو خیار فسخ ہے۔

مگر قروح سیالہ فرج مثلاً آتشک وغیرہ، اور گندہ دہنی اور خارششت میں خیار نہیں ہے۔ البتہ اگر عورت ان تمام نہانی کے ایسے امراض میں مبتلا ہو جو مانع مباشرت ہوں، یا مرد عنین یا مقطوع الذکر ہو تو ایسی صورت میں فرقی ثانی کو خیار فسخ ہے۔

امام محمد کے نزدیک شوہر کو عورت کے کسی عیب کی بنا پر خیار فسخ نہیں ہے۔ مگر عورت کو شوہر کے جنون اور جذام اور برص میں خیار فسخ ہے۔

ان تمام مذاہب میں سے دوسرا مذہب قرآن مجید کی تعلیم سے اقرب ہے۔ قرآن کی رو سے عورت اور مرد کے ازدواجی تعلق میں دو چیزوں کو مقصدی اہمیت حاصل ہے۔ ایک تحفظ اخلاق دوسرے زوجین کی باہمی مودت و رحمت یہ دونوں مقصد ایسے عیوب میں فوت ہو جاتے ہیں جن سے زوجین طبعاً ایک دوسرے سے نفرت کرنے پر مجبور ہوں، یا ایک دوسرے کی طبعی خواہشات کو پورا نہ کر سکتے ہوں۔ پھر جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں، یہ بات اسلامی قانون ازدواج کے اصول میں سے ہے کہ ازدواجی تعلق زوجین کے لیے مضرت اور حدود اللہ سے تجاوز کا موجب نہ ہونا چاہیے۔ یہ قاعدہ بھی ان عیوب میں خیار فسخ نہ رکھنے سے ٹوٹ جاتا ہے۔ وہ تمام امراض جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے، ضرر پہنچانے والے ہیں اور ان سے اس امر کا بھی خوف ہے کہ زوجین میں سے کوئی ایک نفرت کی وجہ سے یا اپنی طبعی خواہشات پوری نہ ہونے کی وجہ سے حدود اللہ کو توڑ دیگا یا اس لیے ضروری ہے کہ ان تمام عیوب میں زوجین کے لیے خیار فسخ رکھا جائے۔

یہ تو اس صورت میں ہے جبکہ نکاح سے پہلے زوجین کو ایک دوسرے کے حال کی خبر نہ ہو اور بعد میں علم ہوتے ہی اس پر نارضا مندی کا اظہار کر دیں۔ یہی صورت کہ زوجین کو نکاح سے پہلے ایک دوسرے کا حالی معلوم تھا اور انہوں نے جان بوجھ کر نکاح کر لیا، یا ان کو معلوم تو نہ تھا مگر بعد میں علم ہونے پر انہوں نے خیار فسخ استعمال نہ کیا، یا نکاح کے بعد عیب پیدا ہوا، تو ان تمام صورتوں میں مرد کے

پاس تو ایک چارہ کار ایسا موجود ہے جس کو ہر وقت کام لے سکتا ہے، یعنی طلاق۔ اور اس کے علاوہ دوسرے چارہ کار بھی اس کے پاس موجود ہے، یعنی دوسری شادی کر لینا مگر عورت کے لیے بعض صورتوں میں فقہانے کوئی چارہ کار تجویز نہیں کیا ہے اور بعض صورتوں میں کسی نے اس کی خلاصی کی تدبیر نکالی ہے اور کسی نے نہیں نکالی۔ اس باب میں جو فتاویٰ ہیں۔ اُن کو ہم علیحدہ علیحدہ بیان کر کے ان پر بحث کریں گے عینین و محبوب وغیرہ اگر شوہر محبوب (مقطوع الذکر) ہو تو اس بات پر قریب قریب سب کا اتفاق ہے کہ عورت کو تفریق کا دعویٰ کرنے کا حق ہے، اور تحقیق حال کے بعد فی الفور تفریق کرا لی جائیگی اگر شوہر نامرد ہو اور عورت تفریق کا مطالبہ کرے، تو حضرت عمر کے فیصلہ کی بنا پر اسے ایک سال تک علاج کی مہلت دی جائیگی اس کے بعد بھی اگر وہ قادر نہ ہو تو تفریق کرا دی جائیگی، لیکن اس کے ساتھ فقہانے حبسِ شریک لگا دی ہیں (۱) عورت کو پہلے سے اس کے عینین کا علم نہ ہو۔ اگر اس کو علم تھا اور اس نے برضا و رغبت اس سے نکاح کیا تو اسے تفریق کے مطالبہ کا حق نہیں۔

(۲) اگر عورت کو پہلے علم نہ تھا، مگر بعد میں علم ہونے کے بعد اس نے اس کے نکاح میں رہنے پر رضا مندی کی تصریح کر دی تب بھی اس کو مطالبہ تفریق کا حق باقی نہیں رہا۔

(۳) مرد ایک مرتبہ بھی مباشرت پر قادر نہ ہوا ہو۔ اگر اس نے ایک مرتبہ بھی مباشرت کر لی، خواہ وہ ادھوری ہی کیوں نہ ہو، تب بھی عورت تفریق کا حق نہیں رکھتی۔

ہمارے نزدیک یہ تینوں شرطیں درست نہیں ہیں۔ اگر کسی عورت نے قصداً اپنی حیات سے کسی شخص کو عینین جانتے ہوئے اس سے نکاح کر لیا، تو اس کی یہ سزا معقول اور مناسب نہیں ہے کہ اس کو تمام عمر ایک نامرد شوہر کے ساتھ زندگی گزارنے پر مجبور کیا جائے۔ اس کے مفاسد فقہانے بیان کی حاجت نہیں۔ ایسی نادان عورت کے لیے اس قدر سزا کافی ہے کہ اس کو ہرے مزدوم کر کے تفریق کرا دی جائے۔

مگر عورت کو نکاح کے بعد شوہر کے نامزد ہونے کا علم ہوا اور اس نے ابتداءً اس کے ساتھ رہنے پر اپنی رضا مندی کی تصریح کر دی، تو یہ کوئی ایسا قصور نہیں ہے جس کی بنا پر اس کو تمام عمر معصیت کی زندگی گزارنے پر مجبور کیا جائے۔ ایک نا تجربہ کار دوشیزہ ابتدائیں ان فطری تخلیفوں کا اندازہ نہیں کر سکتی جو ایک عین کی بیوی کو پیش آتی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی نیک طبعی کی بنا پر یہ خیال کرے کہ شوہر اگر عین ہے تو کیا ہے، میں اسی طرح اس کے ساتھ زندگی بسر کروں گی۔ مگر بعد میں اس کو وہ ناقابل برداشت تخلیفیں پیش آئیں جن کا اسے پہلے سے حیا نہ تھا، اور وہ اپنی صحت کی خرابی یا مبتلائے معصیت ہونے کے خوف سے پریشان ہو کر یفرق کی خواہش کرے۔ کیا ایسی صورت میں یہ جائز ہو گا کہ اس کی پہلی رضا مندی کو سند قرار دیکرا اپنی زبان پکڑی جائے اور اسے کہا جائے کہ تو نے ابتداءً میں جو غلطی کی تھی اس کی یہی سزا ہے کہ اب تو سٹر سٹر کر مرجا، یا آبرو باختہ بن کر زندگی گزار؟ جہاں تک ہم غور کرتے ہیں، یہ بات قرآن مجید کی تعلیم کے خلاف ہے، اور اس سے ایسے نقصانات پیدا ہونے کا امکان ہے جو اس عورت کی ذات ہی تک محدود نہ ہوں گے بلکہ سوسائٹی میں پھیلیں گے اور نسلوں تک منتقل ہوں گے۔ اتنے بڑے نقصان کو گوارا کرنے سے زیادہ بہتر یہ ہے کہ ایک شخص کے نقصان کو گوارا کیا جائے درآں حالیکہ حقیقتاً تفریق میں اس کا کوئی نقصان بھی نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ اگر کوئی سزا اس غلطی کی اس عورت کو دی جا سکتی ہے تو وہ بس یہی ہے کہ اسے کل یا جزو ہر سے محروم کر دیا جائے۔

تیسری شرط بھی ہمارے خیال میں بہت سخت ہے۔ نکاح سے شریعت کا جو مقصد ہے وہ اس قسم کے ازدواجی تعلق سے ہرگز پورا نہیں ہوتا۔ اسلام کا قانون کسی آسمانی مخلوق کے لیے نہیں ہے، بلکہ عام انسانوں کے لیے ہے۔ اور عام انسانوں میں جو عورتیں پائی جاتی ہیں ان کے لیے اگر یہ نامکن نہیں تو غایت درجہ دشوار ضرور ہے کہ ایک یا چند مرتبہ شوہر کی خدمت سے

متمتع ہو جانا ان کے لیے کافی ہو، اور اس کے بعد مدت العمر اس سے محروم رہ کر وہ ہنسی خوشی گزار دیں اور اپنی عصمت کو ہر قسم کے خطرات محفوظ رکھیں۔ بالفرض اگر چاس فی صدی عورتیں بھی اس پر قادر ہوں، تو ان بقیہ چاس فی صدی عورتوں کا خسر ہو گا جن کے ضبط و تحمل اور پاکیزگی اخلاق کا مرتبہ اتنا بلند نہیں ہے؟ کیا ان کے مبتلائے معصیت ہونے اور سوسائٹی میں ان کی وجہ سے طرح طرح کے مفساد پھیلنے کی ذمہ داری اُس قانون پر نہ ہوگی جس نے ان کے لیے حلال کے دروازے بند کر کے انھیں حرام کے راستوں پر چلنے کے لئے مجبور کر دیا؟ پس ہماری رائے میں عنت کی ہر شکایت پر، خواہ وہ نواح سے پہلے کی ہو یا بعد میں حادث ہو ہی ہو، عورت کو عدالت کی طرف رجوع کرنے کا حق ہونا چاہیے، اور اگر کافی علاج کے بعد جس کے لیے ایک سال کی مدت مناسب ہے، ایہ شکایت دور نہ ہو تو تفریق کر ادینی چاہیے۔

فقہائے کرام نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر ایک سال تک علاج کرانے کے بعد شوہر نے ایک تبر بھی مباشرت کرنی، خواہ وہ ادھوری ہی کیوں نہ ہو، تو عورت کا حق تفریق ہمیشہ کے لیے باطل ہو جائے گا۔ یہاں پھر بجا شدت پائی جاتی ہے۔ زیا وہ مناسب یہ ہے کہ اس معاملہ میں ماہرین طب کی رائے پر اعتماد کیا جائے۔ اگر علاج کے بعد بھی ماہرین کی رائے یہ ہو کہ مریض، وظیفہ زو اد کرنے کے لیے پوری طرح اہل نہیں ہو سکا ہے تو تفریق کر ادینی چاہیے۔

فقہائے فحش کے لیے وہی قانون رکھا ہے جو عین کے لیے رکھا گیا ہے، یعنی اس کو بھی علاج کے لیے ایک سال کی مہلت دی جائے گی۔ اس کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ اس کے مباشرت پر قادر ہونے کی امید کی جاسکتی ہے (کما فی الہدایہ) لیکن طبی تحقیقات سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ اس معاملہ میں حسی اور محبوب کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ مرد خواہ مقلوع الذکر ہو یا مقلوع البیض، دونوں صورتوں میں وظیفہ زو وجیت کے لیے وہ یکساں نا اہل ہوتا ہے،

اور کوئی علاج اس کی کھوئی ہوئی اہلیت کو واپس نہیں لاسکتا۔ لہذا خفی اور محبوب کے حق میں ایک ہی قانون ہونا چاہیئے۔

جنون | مجنون کے بارے میں حضرت عمر کا فیصلہ ہے کہ اس کے علاج کے لیے ایک سال کی مدت مقرر کی جائے، اگر اس مدت میں وہ درست نہ ہو تو اس کی عورت اس سے جدا کر دی جائے فقہاء نے اسی فیصلہ کو لیا ہے، اور مختلف طریقوں سے جزیات میں اس حکم کو جاری کیا ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ حکم صرف اس مجنون کے لیے ہے جو نخل سے قبل مجنون تھا اور نخل کے بعد ہم بستری پر قادر نہ ہوا۔ اس لحاظ سے گویا وہ غنیمت ہے اور اسی لیے اس کو ایک سال کی مہلت دی جاتی ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ کی رائے میں جنون اگر حادث ہو تو اس کو علاج کے لیے ایک سال کی مہلت دی جائے گی۔ اور اگر مطبق ہو تو وہ محبوب کے حکم میں ہے۔ بلا تاویل تفریق کرادی جائے گی۔ امام مالک رضی اللہ عنہ کے نزدیک حادث اور مطبق دونوں میں ایک سال کی مہلت بنرض علاج دی جائے گی، اور اگر اس مدت میں وہ درست نہ ہو تو تفریق کرادی جائے گی لیکن اس کے ساتھ فقہائے مالکیہ حسب ذیل شرطیں لگاتے ہیں:۔

(۱) اگر نخل سے پہلے وہ مجنون تھا اور عورت نے جان بوجھ کر اس سے نکاح کیا تو وہ تفریق کا مطالبہ نہیں کر سکتی۔

(۲) اگر نخل کے بعد اسے معلوم ہوا کہ وہ مجنون ہے اور اس نے بصراحت اس کے ساتھ رہنے پر رضامندی ظاہر کر دی تب بھی تفریق کا حق باقی نہ رہا

(۳) اگر جنون نخل کے بعد پیدا ہوا ہو تو عورت صرف اس صورت میں تفریق کا مطالبہ کر سکتی ہے کہ جنون پیدا ہونے کے بعد اس نے اس کے ساتھ رہنے پر رضامندی کی تصریح نہ کی ہو۔ اور اپنے اختیار و رضامندی سے اس کو مباشرت یا دوائی مباشرت کا موقع نہ دیا ہو۔

یہ شرطیں اسی نوعیت کی ہیں جن کا ذکر عنین کے باب میں گذر چکا ہے اور ان پر بھی ہم کو وہی اعتراض ہے۔ شریعتِ تمدن اور اخلاق کے مقاصد ایسی صورت میں کبھی پورے نہیں کیجئے کہ کسی عورت کو ایک پاگل شخص کے ساتھ زبردستی باندھ رکھا جائے۔ اگر اس نے جان بوجھ کر اس سے نکل کر کیا تو اس کے نیے یہ سزا کافی ہے کہ اس کو مہر سے محروم کر دیا جائے۔ اگر نکل کر جانے کے بعد اسے جنون کا علم ہوا اور اس نے ابتداءً اس پاگل کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا ارادہ ظاہر کیا لیکن بعد میں اس کے بے روحانی و جسمانی تکلیفیں ناقابل برداشت ہو گئیں تو حقیقت اس نے کوئی ایسا جرم ہی نہیں کیا جس کی سزا اس کو یہ دی جائے کہ تمام عمر وہ ایک پاگل کے ساتھ رہے، تکلیف اور خطرات سے بھری ہوئی زندگی گزارنے پر مجبور کی جائے۔ اگر نکل کر جانے کے بعد جنون پیدا ہوا اور ابتدائی حالت جنون میں عورت نے وفاداری اور رفاقت کے شرفیاء نہ جذبات کی بنا پر اس کو چھوڑنا پسند نہ کیا اور حتی الامکان اس کی خدمت کی، اور سابق کا ساقی و زان و شویہ اس کے ساتھ رکھنا گوارا کر لیا تو اس سے یہ کیوں لازم آجائے کہ جب اس کا پاگل پن اس پر بچا کے لیے ناقابل برداشت ہو چکا ہو اس وقت بھی اس کو رہائی دلانے سے انکار کر دیا جائے؟ کیا یہ قیدگانہ قانون کا منشا یہ ہے کہ جو ابھی کسی عورت کے شوہر میں آثار جنون چھپا ہوں وہ فوراً اس کی تمام کھلی محبتیں اور رفاقتیں فراموش کر کے اس کے ساتھ بے وفائی اختیار کر لے اور اس کو چھوڑ کر چلی جائے، اس خوف سے کہ اگر بعد میں اس جنون نے مستقل ناقابل برداشت صورت اختیار کر لی تو اس وقت کی وفاداری و رفاقت بلبے جان ثابت ہوگی اور اس کا بہت برا خیالہ بھگتنا پڑے گا؟

اس قسم کی شرطیں عائد کرنے میں عورتوں کے ساتھ بہت سختی کی گئی ہے۔ عورت اگر بیکار ہے یا جنون میں مبتلا ہو یا کسی نفرت انگیز یا مضرت رساں مرض میں مبتلا ہو تو مرد اسے

طلاق دے سکتا ہے۔ یا دوسری شادی کر کے اپنی زندگی خوشگوار طریقہ سے بسر سکتا ہے لیکن مردان حالاً میں سے کسی حالت میں مبتلا ہو تو عورت: تو اسے طلاق دے سکتی ہے، نہ اس کی موجودگی میں دوسری شادی کر سکتی ہے۔ اس کے لیے بجز تفریق کے کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ اب اگر اس ایک چارہ کار پر بھی ایسی پابندیاں عائد کر دی جائیں جن کی وجہ سے اکثر و بیشتر حالات میں اس کے لیے مخلصی کی کوئی صورت باقی ہی نہ رہے تو یہ اس عدل اور توازن کے خلاف ہو گا جو اسلامی قانون کی خصوصیات میں سے ہے۔ ایسے تمام معاملات میں قرآن مجید کی وہ آیات ہمارے لیے دلیل راہ ہونی چاہئیں جن میں فرمایا گیا ہے کہ نخل میں معاشرت بالمعروف ہونی چاہیے، عورت کو مرد کے نخل میں رکھا جائے تو اس طرح کہ اس میں ضرر اور تعدی نہ ہو، اور حدود اللہ ٹوٹنے کا خوف نہ ہو۔ اگر کسی ازدواجی تعلق میں یہ لازمی شرطیں پوری نہ ہوں تو تسریح باحسان کے عہد پر عمل ہونا چاہیے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ ایک پاگل یا آشک زدہ، یا جذامی، یا مہروس شوہر کے تحت بچہ و اکراہ بندھے رہنے سے بڑھ کر کسی عورت کے لیے ضرر اور تعدی کی کوئی دوسری صورت بھی ہو سکتی ہے؟ اور کون نہیں سمجھ سکتا کہ جو عورت اس حالت میں بچہ رکھی گئی ہو اس کے لیے حدود اللہ سے تجاوز کرنے کے کس قدر مواقع عملی زندگی میں پیدا ہو سکتے ہیں، اور ان مواقع سے بچنا ایک اوسط درجہ کی عورت کے لیے کس قدر دشوار ہے؟

مفقود الخبر | مفقود الخبر کے متعلق قرآن مجید میں کوئی صریح حکم نہیں ہے۔ احادیث میں بھی کوئی متبرک حکم نہیں۔ دارقطنی نے اپنی سنن میں ایک حدیث نقل کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:-
 قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْرٌ حَضَرَنِي فَرَمَايَاكَ مَفْقُودٌ كِي بِيُوكِي اِسِي كِي بِيُوكِي
 الْمَفْقُودُ امْرَأَتَهُ حَتَّى يَأْتِيَهَا الْبَيَانُ - جب تک کہ اس کا حال معلوم نہ ہو جائے۔

لیکن یہ حدیث سوار بن مصعب اور محمد بن شریل بہدانی کے واسطے سے پہنچی ہے جو

مجموع ہیں۔ ابن شریک کے متعلق ابن ابی حاتم نے لکھا ہے کہ ائمہ یروی عن المغیرۃ مثلاً
ابا طیل۔ اور سوار بن مصعب کے متعلق ابن القطان نے لکھا ہے کہ وہ متروکین میں ابن
شریک سے زیادہ مشہور ہے۔ پس یہ حدیث ضعیف ناقابل احتجاج ہے۔ علاوہ بریں منقولہ کے
مسئلہ میں حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن
مسعودؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ جیسے اکابر صحابہ کی آراء میں جو اختلاف ہوا ہے وہ اس بات
پر دلیل ہے کہ ان حضرات میں سے کسی کو اس حدیث کا علم نہ تھا، اور نہ ان کے عہد میں کسی
صحابی کو اس کی خبر تھی، کیونکہ اگر صحابہ میں سے کوئی بھی اس حدیث سے واقف ہوتا تو وہ
ان حضرات کے سامنے اسے پیش کر کے اختلاف کو ختم کر دیتا۔ محمد بن شریک اس حدیث کو مغیرہ
بن شعبہ سے روایت کرتے ہیں جو حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے عہد کی نہایت نمایاں شخصیتوں
میں سے ہیں اور گورنری کے اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے ہیں۔ کیونکہ ممکن ہے کہ ان کو نبی صلی اللہ علیہ
وسلم کی یہ حدیث معلوم ہوتی اور وہ حضرت عمرؓ و عثمانؓ رضی اللہ عنہما کو اس کے خلاف فیصلہ
کرنے دیتے۔ ان وجوہ سے یہ سمجھنا چاہیے کہ منقولہ کے بارے میں کوئی حکم منصوص نہیں ہے بلکہ
اس کا تعلق کلیۃً اہل علم کے اجتہاد سے ہے۔

صحابہ اور تابعین اور ائمہ مجتہدین کی آراء اس مسئلہ میں مختلف ہیں حضرت عمرؓ حضرت
عثمانؓ حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ کی رائے یہ ہے کہ منقولہ دکی بیوی کو چار سال تک
انتظار کا حکم دیا جائے۔ یہی رائے سعید بن المسیب، زہری، نخعی، عطاء، کحول، اور شعبی کی ہے۔
امام مالک نے بھی اسی مذہب کو اختیار کیا ہے اور امام احمد کا مسلان بھی اسی کی طرف ہے۔
دوسری جانب حضرت علیؓ اور ابن مسعودؓ ہیں جن کی رائے یہ ہے کہ منقولہ دائیہ کی بیوی کو
اس وقت تک صبر کرنا چاہیے جب تک کہ وہ واپس نہ آئے یا اس کی موت کی تحقیق نہ ہو جائے۔

سفیان ثوری، امام ابو حنیفہ اور امام شافعی رحمہم اللہ نے اسی مذہب کو اختیار کیا ہے! انتظار کے لیے عقیقہ یہ قاعدہ تجویز کرتے ہیں کہ جب تک شخص مفقود کے ہم عمر لوگ اس کی بستی یا اس کے ملک میں زندہ ہوں اس وقت تک اس کی بیوی انتظار کرے۔ بعض بزرگوں نے انسان کی زیادہ سے زیادہ عمر کا اعتبار کیا ہے۔ یعنی ایک انسان زیادہ سے زیادہ جس عمر تک پہنچ سکتا ہے اس عمر تک مفقود کے پہنچنے کا انتظار کیا جائے مثلاً اگر کوئی شخص ۳۰ سال کی عمر میں مفقود ہوا اس کی بیوی کو بقول بعض ۹ سال اور بقول بعض ۱۰ سال اور بقول بعض ۶۰ سال اور بقول بعض ۵۰ یا کم سے کم ۴۰ سال انتظار کرنا پڑے گا، کیونکہ بعض کے نزدیک انسان کی عمر طبعی ۲۰ سال ہے اور بعض ۱۰۰ یا ۹۰ یا ۸۰ سال قرار دیتے ہیں۔

اس مسئلہ میں جب ہم قرآن مجید کے اصولی احکام کی طرف رجوع کرتے ہیں تو حضرت عمرؓ اور ان کے متبعین کا مذہب ہم کو صحیح معلوم ہوتا ہے اور وہی اسلامی قانون کی روح اور اس کے عدل اور اس کے توازن اور اس کی فطری حکمت بقت رکھتا ہے۔ قرآن میں ہم دیکھتے ہیں کہ چار بیویوں کی اجازت دینے کے ساتھ یہ حکم دیا گیا ہے کہ فَلَا تَسْلُوا کُلَّ الْمَسَلِّ فَتَذَرُوهَا کَاَلْمُعْلَقَةِ۔ (ایک بیوی کی طرف بالکل اس طرح نہ جھبک جاؤ کہ دوسری بیوی کو متعلق چھوڑ دو) اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کی عورت کو متعلق چھوڑ دینا پسند نہیں کرتا۔ اور جب وہ شوہر کی موجودگی میں اس کو ناپسند کرتا ہے تو اس کے مفقود ہونے کی صورت میں کیونکر پسند کر سکتا ہے۔ دوسری جگہ شوہروں کو حکم دیا جاتا ہے کہ اگر تم اپنی بیویوں سے ایلا کرو تو زیادہ سے زیادہ چار مہینے تک ایسا کر سکتے ہو اس کے بعد تم کو طلاق دینا ہو گا یہاں پھر اسلامی قانون کی اسپرٹ یہ معلوم ہوتی ہے کہ کوئی عورت اپنے شوہر کی صحبت سے اتنی مدت تک محروم نہ رکھی جائے کہ اس کے لیے موجب ضرر ہو یا حدود اللہ سے تجاوز کا سبب

۱۲۹
 بن جائے۔ پھر کَلَامُکُمْ مَعَهُ ضَرًا اَرَا فرمایا گیا جس کا منشا رصاف طور پر یہ ہے کہ رشتہ ازدواجی میں ضرار نہ ہونا چاہیے، اور یہ ظاہر ہے کہ مفقود النخبر کی بیوی کو مدت العمر انتظار کا حکم دینے میں انتہا درجہ کا ضرار ہے۔ اس کے ساتھ وہ آیت بھی قابل غور ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ اگر حدود اللہ کے ٹوٹنے کا خوف ہو تو خلع میں کچھ مضائقہ نہیں یہاں حدود اللہ کی حفاظت کو رشتہ ازدواج کے قیام پر مقدم رکھا گیا ہے، اور اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ جس عورت کا شوہر برسوں سے مفقود ہو اس کے لیے حدود اللہ پر قائم رہنا نہایت مشکل ہے۔ ان تمام احکام کے اصول اور ان کے مصالح اور ان کی حکمت پر غور کرنے سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آ جاتی ہے کہ مفقود النخبر کی بیوی کو ایک غیر معلوم مدت تک انتظار کا حکم دینا اور اس کو معلق رکھ چھوڑنا درست نہیں ہے۔

مذہب مالکی کے احکام | علماء احناف نے انہی وجوہ سے مفقود النخبر کے مسئلہ میں مذہب مالکی کے حکم کے مطابق فتویٰ دینا پسند کیا ہے۔ لہذا اب ہم کو دیکھنا چاہیے کہ اس باب میں مالکیہ کے تفصیلی احکام کیا ہیں۔

مذہب مالکی کے محاط سے فقدان زوج کی تین صورتیں ہیں، اور ہر ایک کے احکام

جدا جدا ہیں۔

(۱) مفقود نے اپنے پیچھے اتنا مال نہ چھوڑا ہو کہ اس کی بیوی گزر بسر کر سکے۔ اس صورت میں حاکم اس کو انتظار کا حکم نہیں دے گا بلکہ تحقیق حال کے بعد بلا انتظار اس کو باختیار خود طلاق دیدے گا یا اسے اجازت دے گا کہ اپنے اوپر طلاق وارد کرے۔ شافعی اور حنبلی مذاہب بھی اس

سے تطبیق کے لیے حاکم کے بطور خود طلاق دینے سے زیادہ بہتر یہ ہے کہ وہ عورت کو خود اپنے اوپر طلاق وارد کرنے کی اجازت دے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ سے فرمایا تھا کہ انت املک بنفسک ان شئت اقلت مع زوجک وان شئت فارقتہ۔ (یعنی تجھے اپنے نفس کا اختیار ہے خواہ اپنے شوہر کے ساتھ رہے یا اس سے جدا ہو جائے)

میں مالکی مذہب کی تائید کرتے ہیں، کیونکہ ان کے نزدیک عدم نفقہ بجائے خود تفریق کے لئے کافی وجہ ہے۔

(۲) منفقو نے مال تو چھوڑا ہے، مگر عورت جو ان ہے اور اس کو کسی طویل مدت کے معلق رکھ چھوڑنے میں اس کے مبتلائے معصیت ہو جانے کا خوف ہے۔ ایسی صورت میں حاکم اس کو ایک سال یا چھ مہینے یا جس قدر مدت مناسب سمجھے، انتظار کرنے کا حکم دیگا۔ اس باب میں حنبلی مذہب بھی مالکی مذہب کا ہم نوا ہے۔ بلکہ بعض شریعہ دہر توں میں ضابطہ اور مالکیہ نے بلا انتظار بھی تفریق کو ناجائز رکھا ہے نیز خوف معصیت کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ مدعیہ خود منہ پھوڑ کر کہے کہ مجھے اس شوہر کی قید نکاح سے آزاد کرو ورنہ میں زنا کروں گی۔ بلکہ یہ دیکھنا خود قاضی کا کام ہے کہ جو عورت فقدان زوج کی شکایت لے کر آئی ہے اس کی عمر کیا ہے، کس ماحول میں رہتی ہے، اور دعویٰ کرنے سے پہلے کس قدر مدت شوہر کے انتظار میں گزار چکی ہے۔ ان چیزوں پر نظر کرنے سے وہ خود رائے قائم کر سکتا ہے کہ اس کے اخلاق کی حفاظت کے لیے اسے مدت انتظار میں کس قدر تخفیف کرنی چاہیے۔

(۳) منفقو و نفقہ بھی چھوڑ گیا ہے اور عورت کے مبتلائے معصیت ہونے کا خوف بھی نہیں ہے اس صورت میں پھر چار تہیں پیدا ہوتی ہیں۔

الف۔ اگر منفقو دہلاد اسلام میں یا ایسے مالک میں کھویا گیا ہے جن سے مہذب دنیا کے تعلقات ہیں اور جہاں اس کا پتہ چلانا ممکن ہے، تو اس کی عورت کو چار سال تک انتظار کرنے کا حکم دیا جائیگا۔

ب۔ اگر وہ میدان جنگ میں کھویا گیا ہے تو اس کی تلاش کی اسکا فی کوشش کرنے کے بعد ایک سال انتظار کیا جائے گا۔

ج۔ اگر وہ کسی اندرونی فساد کے سلسلہ میں کھویا گیا ہے تو فساد ختم ہونے کے بعد اُس کی تلاش کے لیے امکانی کوشش کی جائے گی پھر بلا انتظار اس کی بیوی کو عدت و فاقہ گزارنے کی اجازت دیدی جائے گی۔

د۔ اگر وہ ایسے وحشی مالک میں کھویا گیا ہے جن سے مہذب دنیا کے تعلقات نہیں ہیں، اور جہاں اس کے تلاش کرنے کا امکان نہیں ہے، تو اس کی بیوی کو مدت تعمیر گزرنے تک انتظار کرنا ہوگا۔ مدت تعمیر کی تیسین میں اختلاف ہے بعض ۰، ۱ سال کہتے ہیں، بعض ۳ سال اور بعض ۵ سال لیکن جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں، یہ اسی صورت میں ہوگا جب کہ وہ کافی نفقہ چھوڑ گیا ہو اور عورت کے متعلقہ معصیت ہونے کا بھی خوف نہ ہو۔

علماء اخاف عموماً اپنے فتاویٰ میں مذہب، مکتبہ کی ان شرائط کو نظر انداز کر جاتے ہیں اور فقدان زوج کی تمام صورتوں میں چار سال کی مدت انتظار کا فتویٰ دیتے ہیں۔ لیکن یہ درست نہیں ہے خصوصاً موجودہ زمانہ میں جیسا کہ اخلاقی حالات کو بگاڑنے کے بکثرت اسباب پیدا ہو گئے ہیں ہر فاقہ الزوج عورت کے لیے چار سال کی مدت انتظار پر اصرار کرنا مصالح شرعیہ کے بالکل خلاف ہے۔ آج اسلامی سوسائٹی میں وہ زبردست اخلاقی ڈسپلن باقی نہیں رہا ہے جو اسلام کے ابتدائی دور میں تھا، غیر اسلامی قوانین کے رواج نے ان تمام بندشوں سے انسان کو آزاد کر دیا ہے جو شہوات نفس کو قابو میں رکھنے کے لیے اسلام نے قائم کی تھیں، سینما، عریانیت، عیسویت، ناولوں اور قصوں کے رواج عام اور عورتوں اور مردوں کے آزادانہ میل جول نے جذبات کو متحرک کرنے کے اتنے سامان پیدا کر دیے ہیں کہ کسی شخص کے لیے ضبط نفس اور پرہیزگاری کے تقاضے زندگی بسر کرنا بہت دشوار ہو گیا ہے۔ ایسے حالات میں یہ کہاں تک مناسب ہوگا کہ ایک جوان عورت جب اپنے مفقود انجیر شوہر کی واپسی کا دو تین سال انتظار کرنے کے بعد عاجز آکر عدالت

میں رجوع کرے تو عدالت اس کو مزید چار سال انتظار کرنے کا حکم دے۔ یہ ایسی سختی ہے جس میں صرف عورتوں ہی کے لیے ضرر نہیں ہے، بلکہ اس کے مضر نتائج تمام قوم میں پھیل جانے کا خوف ہے۔ لہذا ہماری تجویز یہ ہے کہ قانون میں مفقودہ النحر کے متعلق مذہب مالکی کی تمام شرائط کو شامل کیا جائے اور اجراء احکام میں فاقد الزوج عورت کی عمر اس کے ماحول اور اس مدت کا مناسب لحاظ کیا جائے جس کو حالت انتظار میں گزارنے کے بعد اس نے عدالت کی طرف رجوع کیا ہو۔

حکم بصورت واپسی مفقودہ | اس سلسلہ میں یہ سوال بھی بحث طلب ہے کہ اگر شوہر مفقودہ مدت انتظار کے ختم ہونے کے بعد واپس آئے تو اس کا کیا حکم ہے حضرت عمر کا فیصلہ یہ ہے کہ اگر عورت کے نخلح ثانی سے پہلے اس کا شوہر واپس آگیا تو وہ اسی کو ملے گی، لیکن اگر عورت نخلح کر چکی ہے تو خواہ شوہر ثانی کے ساتھ خلوت ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو، دونوں صورتوں میں شوہر اول کا اس پر کوئی حق نہ رہا۔ امام مالک نے موطاء میں حضرت عمر کے اسی قول سے استناد کیا ہے اور یہی مذہب مالکی کا منشی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فیصلہ یہ ہے کہ عورت ہر حال میں پہلے شوہر کو واپس ملے گی خواہ دوسرے شوہر نے خلوت ہو چکی ہو اور بچے تک پیدا ہو گئے ہوں۔ مزید براں خلوت ہو چکنے کی صورت میں دوسرے شوہر سے اس عورت کو مہر بھی دلایا جائے گا۔ حنفیہ نے اسی مذہب کو اختیار کیا ہے، اور وہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے بھی آخر میں حضرت علی کے اس فیصلہ کی طرف رجوع کر لیا تھا۔ لیکن امام مالک کے نزدیک حضرت عمر کا رجوع ثابت نہیں ہے۔ (ملاحظہ ہو کتاب عدۃ النقی تفقہا نرد وجہا اور المغنی لابن قدامہ)۔

حضرت عثمان کا فیصلہ یہ ہے کہ اگر عورت نخلح ثانی کر چکی ہو، پھر شوہر اول واپس آجائے تو اس سے دریافت کیا جائے گا کہ تجھے بیوی چاہیے یا مہر؟ اگر اس نے مہر واپس لینے (یا معائنہ لینے)

کو پسند کیا تو عورت شوہر ثانی کے پاس چھوڑ دی جائے گی۔ اور اگر وہ بیوی کو واپس لینے پر اصرار کرے تو عورت کو اپنے دوسرے شوہر سے جدا ہو کر عدت طلاق گزارنی ہوگی پھر وہ پہلے شوہر کے حوالہ کر دی جائے گی۔ اور دوسرے شوہر سے اس کو مہر دلایا جائے گا۔ بعض روایات میں حضرت عمر سے بھی اس طرح کا ایک قول منقول ہے لیکن امام مالک کے نزدیک یہ ثابت نہیں ہے۔

ہمارے نزدیک ان تینوں فیصلوں میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ احسن ہے۔ اس لیے کہ اگر نکاح ثانی ہو جانے کے بعد بھی شوہر اول کا حق عورت پر قائم رہے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کوئی شخص ایسی عورت سے نکاح کرنا پسند نہ کرے گا جس کے متعلق اس کو ہمیشہ یہ شک لگا ہوا ہو کہ نہ معلوم کب اس کا پہلا شوہر واپس آجائے، اور نہ صرف عورت اس سے چھن جائے، بلکہ اس کو مہر بھی دینا پڑے۔ اور بچے ہو جانے کی صورت میں اس کی اولاد الگ برباد ہو۔ اس قسم کی شرط عائد کرنے میں عورت کے لیے غایت درجہ کا ضرر ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ایک طویل اور ٹھکانے والی مدت انتظار گزار کر بھی اس کی مصیبت ختم نہ ہو، عدالت سے آزادی کا پروانہ حاصل کرنے کے بعد بھی اس کے پاؤں میں ایک زنجیر پڑی رہے اور اس کو ساری عمر متعلق حالت ہی میں رہ کر گزارنی پڑے۔

لعان | لعان کے متعلق قرآن مجید کا حکم پہلے بیان ہو چکا ہے یہاں اس کے تفصیلی احکام بیان کئے جاتے ہیں۔

شوہر خواہ اپنی بیوی پر بالفاظ صریح زنا کا الزام لگائے یا اولاد کے متعلق کہے کہ وہ اس کی نہیں ہے، دونوں صورتوں میں لعان واجب آتا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک ایسا مقدمہ پیش ہوا تو آپ نے فریقین کو مخاطب کر کے تین مرتبہ فرمایا۔ اللہ اعلم انہ احد لکاذ بخل منکمما من تائب۔ اللہ خوب جانتا ہے کہ تم دونوں میں سے ایک جھوٹا ہے، پھر کیا تم میں سے

کوئی توبہ کرے گا؟ جب دونوں نے توبہ سے اعراض کیا تو آپ نے قرآن مجید کی ہدایت کے مطابق پہلے شوہر سے چاقسمیں اس بات پر لیں کہ جو الزام اس نے لگایا ہے وہ صحیح ہے اور پانچویں مرتبہ اس سے یہ کہلوایا کہ اگر وہ جھوٹا ہو تو اس پر خدا کی لعنت۔ پھر اسی طرح چاقسمیں عورت سے لیں کہ جو الزام اس پر لگایا گیا ہے وہ غلط ہے اور پانچویں مرتبہ اس سے کہلوایا کہ اگر یہ الزام صحیح ہو تو اس پر خدا کی لعنت۔ اس کے بعد حضور نے فرمایا اذ احکم القریٰ بینکُم متلا عدین الی یوم القیمۃ۔ اذ اتفرقا لا یجتمعان ابداً۔ ”یہ ہر لعان کرنے والے زوجین کے درمیان قیامت تک کے لیے تفریق ہے اس تفریق کے بعد وہ کبھی جمع نہیں ہو سکتے“ شوہر نے عرض کیا کہ جو مال میں نے اس کو مہر میں دیا تھا وہ واپس دلوا دیا جائے۔ آپ نے جواب دیا لا مال لک۔ ان کنت صدقت علیہا فیم استحللت من فرجہا وان کنت کذبت علیہا فذلک ابعد لک منہا۔ مال مجھے نہیں مل سکتا۔ اگر تو نے سچا الزام لگایا ہے تو یہ مال اس تمنع کا معاوضہ ہے جو تو اس اٹھا چکا ہے۔ اور اگر تو نے اس پر جھوٹی تہمت لگائی ہے تو مال کی واپسی کا استحقاق تجھ سے اور بھی زیادہ دور ہو گیا۔“

حضور کے اس فیصلہ سے حسب ذیل احکام نکلتے ہیں :-

(۱) لعان قاضی کے سامنے ہونا چاہئے۔ عورت اور مرد آپس میں یا اپنے رشتہ داروں کے سامنے لعان نہیں کر سکتے۔ نہ لیسے لعان سے تفریق ہو سکتی ہے۔

(۲) لعان سے پہلے قاضی عورت اور مرد دونوں کو موقع دے گا کہ ان میں سے کوئی ایک قسم

کا اعتراف کرے جب دونوں اپنی اپنی بات پر اصرار کریں تب لعان کرایا جائیگا۔

(۳) فریقین کی طرف سے لعان کا فاصلہ تمام ہوئے کے بعد قاضی اعلان کرے گا کہ ان کے درمیان

تفریق کر دی گئی۔ جمہور کا خیال ہے کہ لعان سے خود بخود نفرت واقع ہو جاتی ہے لیکن امام ابو حنیفہ

رائے یہ ہے کہ تفریق کے لیے حکم حاکم ضروری ہے۔ تمام معتبر احادیث جو اس مسئلہ میں ہم کو پہنچی ہیں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی تائید کرتی ہیں کیونکہ ہر ایسے مقدمہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لعان کا فعل پورا ہونے کے بعد تفریق کا فیصلہ صادر فرمایا ہے، اور محض ملامت کو فرقت کے لیے کافی قرار نہیں دیا ہے۔

(۴) لعان سے جو تفریق کی جاتی ہے وہ ابدی ہے۔ اس کے بعد فریقین اگر دوبارہ بخل کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے۔ اس معاملہ میں تحلیل کا وہ قانون جاری نہیں ہوتا جو حَتَّی تَنْكِحَ ذَوَّجَا غَيْرُهُ میں بیان کیا گیا ہے۔

(۵) لعان سے مہر ساقط نہیں ہوتا۔ خواہ شوہر کا الزام حقیقت میں صحیح ہو یا غلط، بہر صورت مہر اس کو دینا پڑے گا۔ یا اگر دے چکا ہے تو اس کو واپس مانگنے کا حق نہیں ہے۔

اگر عورت پر الزام لگانے کے بعد شوہر لعان کرنے سے انکار کرے تو مہر کی رائے میں اس پر حد قذف جاری کی جائے گی، اور امام ابوحنیفہ کی رائے میں وہ حد کا نہیں بلکہ قید کا سزاوار ہوگا۔ اسی طرح اگر شوہر کے لعان کو چکنے کے بعد عورت لعان سے انکار کرے تو شافعی مالک اور احمد رحمہم کی رائے یہ ہے کہ اس کو جرم کیا جائے گا، اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ اس کو قید کیا جائے گا۔ اس باب میں امام اعظم کا مذہب زیادہ صحیح اور مبنی برصحت ہے لیکن ہندوستان کے ملکی قانون میں اس کی گنجائش نہیں ہے کہ لعان سے انکار کرنے کو جرم متلزم سزا قرار دیا جائے، اس لیے قانون ازدواج کی تدوین جدید میں اس کے لیے مناسب شکل یہ ہوگی کہ اگر مرد لعان سے انکار کرے تو عورت کو اس پر ازالہ حیثیت عرفی کا دعویٰ کرنے کا حق دیا جائے، اور اگر عورت انکار کرے تو اسے مہر سے محروم کر دیا جائے۔

تَلْقِیَاتُ ثَلَاثَةِ دَعَائِیْنِ وَاحِدٍ بَیْکَ وَقْتُ تَبْنِی طَلَاقٍ دَعَا کَر عَوْرَتٍ کُو جَدَا کَر دِیْنَا نَصُوصِ صَرِیحِ کِی بُنَا پَر مَعْصِیَتِ ہِے عَلَمَا رِ اَمَّتِ کِے دَرِیَانِ اِسْ مَسْلَمِہِ مِیْنِ جُو کُچھ اَخْتِلَافِ ہِے وَہ صَرَفِ اِسْ اَمْرِ مِیْنِ ہِے کِے

ایسی تین طلاقیں ایک طلاق حبی کے حکم میں ہیں یا تین طلاق بائن کے حکم میں لیکن اس کے بدعت اور معصیت ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں۔ سب تسلیم کرتے ہیں کہ یہ فعل اس طریقہ کے خلاف ہے جو اللہ اور اس کے رسول نے طلاق کے لیے مقرر فرمایا ہے اور اس سے شریعت کی اہم مصلحتیں فوت ہو جاتی ہیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاقیں دیں تو حضور غصہ میں آکر کھڑے ہو گئے اور فرمایا **يَلْعَبُ بَكْتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَاَنَا بَيْنَ أَظْهُرِهِمْ** کیا اللہ عزوجل کی کتاب کے کھیل کیا جاتا ہے، حالانکہ ابھی میں تمہارے درمیان موجود ہوں؟ بعض دوسری احادیث میں تصریح ہے کہ حضور نے اس فعل کو معصیت فرمایا ہے اور حضرت عبداللہ ابن عمر کے متعلق تو روایات میں یہاں تک آیا ہے کہ جو شخص ان کے پاس مجلس واحد میں تین طلاقیں دینے والا آتا تو وہ اس کو درے لگاتے تھے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے اس فعل پر سزا بھی دی گئی تھی۔

ہمارے زمانہ میں یہ طریقہ عام ہو گیا ہے۔ لوگ کسی فوری جذبہ کے تحت اپنی بیویوں کو تین طلاقیں دے دیتے ہیں، پھر نادام ہوتے ہیں اور شرعی حیلے تلاش کرتے پھرتے ہیں کہ کوئی جھوٹی قسمیں کھا کر طلاق سے انکار کرتا ہے، کوئی حلالہ کراتے کی کوشش کرتا ہے، اور کوئی طلاق کو مخفی رکھ کر اپنی بیوی کے ساتھ بدستور سابق تعلقات باقی رکھتا ہے۔ اس طرح ایک گناہ کے نقصان سے بچنے کے لیے متعدد دوسرے گناہوں کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔ ان خرابیوں کا سد باب کرنے کے لیے ضروری ہے کہ تطلیقات ثلاثہ در مجلس واحد پر ایسی پابندیاں عائد کر دی جائیں جن کی وجہ سے لوگ اس فعل کا ارتکاب نہ کر سکیں۔ مثال کے طور پر اس کی ایک صورت یہ ہے کہ مطلقہ عورت کو جیسے بیک وقت تین طلاقیں دی گئی ہوں، عدالت میں ہر جانہ کا دعویٰ کرنے کا حق دیا جائے، اور ہر جانہ کی مقدار کم از کم مہر کی نصف مقدار تک مقرر کی جائے۔ اس کے علاوہ اور صورتیں بھی روک تھام کی نکل سکتی ہیں جن کو ہمارے علماء اور ماہرین قانون اعوز و خوض کے بعد تجویز کر سکتے ہیں۔

خاتمہ کلام | اس مضمون میں اسلامی قانون از دو وجہ کے مقاصد اور اصول کو تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے، اور کتاب و سنت کی تعلیمات کو پیش نظر رکھ کر ان مسائل کو حل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ جو آج کل مسلمان ہند کی از دو واجی زندگی میں مشکلات اور پیچیدگیاں پیدا کر رہے ہیں۔ ہم کو یہ دعویٰ نہیں کہ جو کچھ ہم نے اسلام کے قانون کو سمجھا ہے وہ بالکل صحیح ہے، نہ ہم کو اس پر اصرار ہے کہ حل مشکلات کے لیے جو تجویزیں ہم نے پیش کی ہیں ان کو بعینہ قبول کر لیا جائے۔ انسانی رائے میں بہر حال خطا و صواب دونوں کا امکان ہے، اور کسی انسانی رائے کے متعلق یہ دعویٰ نہیں کیا جاسکتا کہ وہ خطا سے پاک اور وحی خداوندی کی طرح واجب الطاعت ہے۔ ہمارا مقصد اس طویل بحث و تحقیق سے صرف اس قدر تھا کہ قرآن مجید اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلامی قانون از دو وجہ کے جو اصول ہم نے سمجھے ہیں ان کو بیان کر دیں، اور پھر ان اصول سے اکابر صحابہ و ائمہ مجتہدین نے جو فروع مستنبط کئے ہیں ان پر نظر ڈال کر ایسے فروع اخذ کر لیں جو ہمارے نزدیک اس زمانے کی ضروریات کے لحاظ سے مفید اور مناسب ہیں۔ اب یہ اہل علم اور اصحاب فکر درائے کام ہیں کہ وسعت نظر و تدبیر فی الکتاب والسنہ سے کام لے کر ہماری ان تجاویز پر غور کریں۔ اگر اس میں کچھ خطا پائیں تو اس کی اصلاح کر دیں اور اگر کوئی چیز صواب نظر آئے تو اس کو محض اس بنا پر رد کر دیں کہ کہنے والا بے سند چوتھی صدی کے بجائے چودھویں صدی میں پیدا ہوا ہے۔

آخر میں ہم ان مسودات قانون کے متعلق بھی مجملاً اپنی رائے ظاہر کر دینا چاہتے ہیں جو اس سلسلے میں حیدر آباد اور برطانوی ہند کے بعض حضرات نے مرتب کیے ہیں۔ ہمارے نزدیک یہ سب مسودے تائید اور ضروریات زمانہ کے لحاظ سے غیر مکمل ہیں اس قسم کے مختصر مسودات سے ان خرابیوں کو دور نہیں کیا جاسکتا جو ان کیلئے محمد بن لاک کے نقائص، اور غیر مسلم عدالتوں کے صد سنانہ نظائر اور موجودہ عدالتی نظام کے طریقہ کار سے پیدا ہو گئی ہیں۔ اگر چند خاص معاملات میں یہ طے کر دیا گیا کہ فقہ حنفی

بجائے فقہاء کی کے مطابق فیصلہ کیا جائے یا بعض مسائل میں جزییات کی مختصر تشریح بھی کر دی گئی، تو اس سے وہ حکام عدالت کوئی صحیح فیصلہ کرنے کے قابل نہ ہو سکیں گے جو قوانین شریعت اور مذاہب فقہیہ کے جزییات پر کوئی وسیع نظر نہیں رکھتے، اور جن کے دماغوں پر وہی انجیلو محمدؐ ن لاکی اسپرٹ مسلط ہے اس عجیب و غریب حالت کو درست کرنے کے لئے ضروری ہے کہ خاصکر از دو اجی معاملات کے لئے ایک مفصل ضابطہ مرتب کیا جائے جیسا کہ ہم اس سلسلہ مضامین کے نمبر ۴ میں عرض کر چکے ہیں یہ کام آسان نہیں ہے۔ وقت اور محنت چاہتا ہے، اور ایک شخص کے بس کا بھی نہیں۔ اس کے لیے اصحاب علم و رائے کی ایک منتخب جماعت کو ایک کافی مدت تک سر جوڑ کر بیٹھنا چاہیے، اور یہ سمجھ کر کام کرنا چاہیے کہ وہ محض متقدمین کی کتابوں سے جزییات کو لفظ بلفظ نقل کر کے اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوش نہیں ہو سکتے، بلکہ قوم آرباب حل و عقد ہونے کی حیثیت سے ان کا فرض ہے کہ قوانین شریعت کی ایسی تعبیر کریں جس سے شریعت کے اصلی مقاصد پورے ہوں اور قوم کے دین، اخلاق اور معاملات کی حفاظت کا ٹھیک ٹھیک حق ادا ہو جائے۔

بچوں کیلئے مفید کتابیں

ہمارے نبی کے صحابہؓ اس کتاب میں صحابہ کرام کی زندگی کے بتائے ہوئے واقعات نہایت سلیس زبان اور دل نشین انداز بیان کے ساتھ جمع کیے گئے ہیں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحبت یافتہ بزرگوں کے اخلاق، دین داری حسن معاشرت، نیک معاملات کا حال معلوم ہوتا ہے اور ان کے نقش قدم پر چلنے کا شوق پیدا ہوتا ہے قیمت ۶ روپے علاوہ محصور ڈاک

مسلمان بی بیال | یہ کتاب ہمارے نبی کے صحابہؓ کی طرح صحابہ خواتین کے حالات پر مبنی ہے جس میں ان مقدس ہستیوں کی دین داری حسن اخلاق اور خانگی زندگی میں ان کے نیک برتاؤ کے واقعات بیان کیے گئے ہیں مسلمان بچوں کے لیے یہ کتاب شمع ہدایت ہے اور بہت وہ زبان میں لکھی گئی ہے قیمت ۶ روپے علاوہ محصور ڈاک۔

فقر ترجمان القرآن سے طلب کیجئے۔